

پے خف

1860 تا 1904



آنتوں پفلوویچ پے خف شمالی کوہ قاف کی سرحدوں کے نزدیک روس کی ایک نسبتاً گم نام بندرگاہ تگان روگ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق جنوبی روس کے ایک تاتاری خاندان سے تھا۔ اسکول کی تعلیم پوری کرنے کے بعد 1879 میں پے خف ماسکو چلے گئے، یہاں انھیں ایک میڈیکل کالج میں داخلہ مل گیا۔

خاندان کی مالی دشواریوں کو دور کرنے کے لیے پے خف نے افسانہ نویسی کی مشق شروع کر دی۔ شہر کے معمولی اخباروں اور رسالوں میں ان کے مزاحیہ افسانے شائع ہونے لگے۔ اس سے پے خف کو کسی قدر معقول آمدنی بھی ہونے لگی۔ اس لیے تعلیم مکمل کرنے کے بعد انھوں نے ڈاکٹری کے بجائے افسانہ نویسی کو ہی اپنا ذریعہ معاش بنالیا۔

1886 میں ان کا تعارف ایک مشہور نقاد گریگور وچ اور ماسکو کے سب سے بڑے اخبار کے ایڈیٹر سووورن سے ہو گیا۔ ان دونوں کی سرپرستی کی بدولت، روس کی ادبی دنیا میں پے خف کو ایک خاص حیثیت حاصل ہو گئی۔ جب سووورن کے اخبار میں ان کے افسانے شائع ہونے لگے تو انھوں نے مزاحیہ افسانے لکھنا ترک کر دیا۔ اب ان کے افسانوں میں وہ خاص تیز آمیز رنگ پیدا ہو گیا تھا جو ان کی امتیازی صفت ہے۔

1890 میں مشرقی سائیبیریا جا کر انھوں نے سزایافتہ مجرموں کی حالت کا معائنہ کیا۔ 1891 میں انھوں نے بڑی جانفشانی کے ساتھ، قحط زدہ لوگوں کی خدمت انجام دی۔

پے خف کو جوانی میں ہی دق کی بیماری لاحق ہو گئی تھی۔ دھیرے دھیرے ان کا مرض زور پکڑتا گیا۔ آخر میں یہی بیماری ان کی موت کا باعث بنی۔

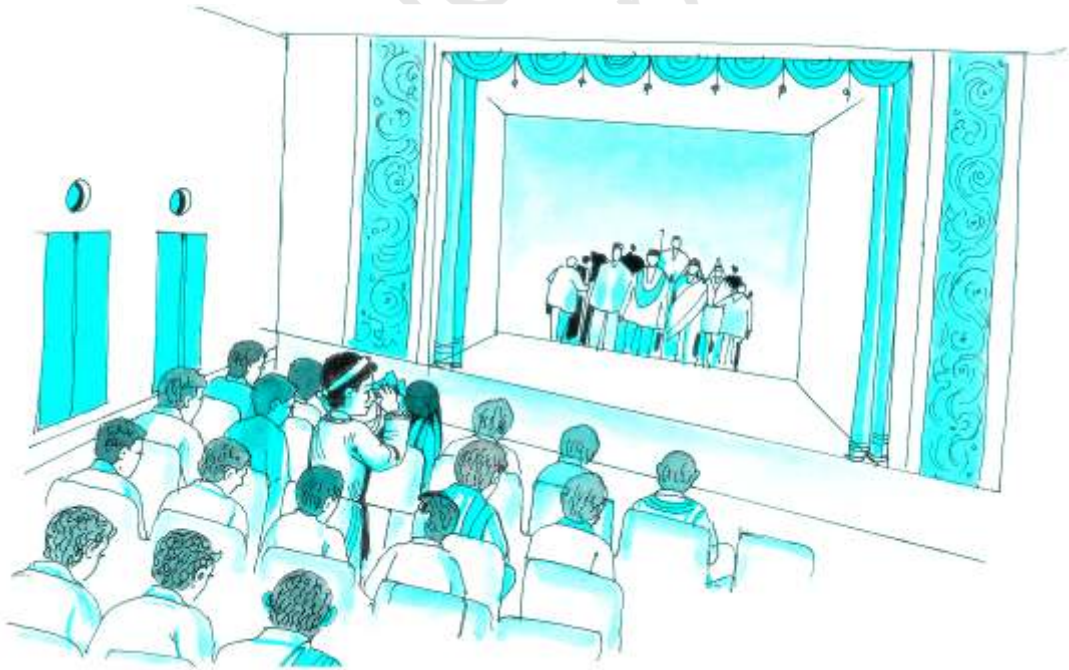
پے خف افسانہ نویسی میں ایک نئے اور نرالی طرز کے موجد مانے جاتے ہیں۔ عام طور سے ان کا ملنا جلنا متوسط طبقے کے تعلیم یافتہ لوگوں سے تھا۔ ان کے افسانوں میں زیادہ تر انھیں کی زندگی کے نقشے کھینچے گئے ہیں۔ کہانی کو معنی خیز بنانے کے لیے وہ

غیر معمولی حادثوں کا سہارا نہیں ڈھونڈتے۔ ان کے افسانے سیدھی سادی حقیقت کی بہ دولت لطیف اور دلکش ہو جاتے ہیں۔ بچے خوف کی زندگی ہی میں ان کے اکثر افسانوں اور ڈراموں کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا تھا۔ اردو زبان میں بھی بچے خوف کے بہت سے افسانوں اور ڈراموں کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ بچے خوف کا شمار افسانے کی صنف کے سب سے ممتاز نمائندوں میں کیا جاتا ہے۔ اس نے اس فن میں عالم گیر شہرت حاصل کی ہے۔ مشرق و مغرب کی زبانوں کے کئی ادیب بچے خوف کے اسلوب کی تقلید کرتے ہیں اور بچے خوف کے افسانوں سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔

© NCERT
not to be republished

کلرک کی موت

وہ رات بہت اچھی تھی، جب ایوان دمتریچ چیرویا کوف جو پیشے سے ایک کلرک تھا، تھیٹر کی دوسری قطار میں بیٹھا دور بین کی مدد سے ”لے کلوش دے کارنویل“ نام کے کھیل سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ اسٹیج کی طرف دیکھ رہا تھا، اور اپنے آپ کو انتہائی خوش نصیب انسان سمجھ رہا تھا کہ دفعتاً اس کا چہرہ متغیر ہوا، دیدے اوپر کی طرف چڑھ گئے، سانس رُک گیا..... وہ دور بین سے منہ ہٹا کر اپنی نشست پر دوہرا ہو گیا اور..... آخ چھیں!!! یعنی اسے چھینک آئی..... اب یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شخص کو حق ہے کہ جہاں بھی چاہے چھینکے..... کسان، پولیس انسپکٹر یہاں تک کہ بڑے بڑے سرکاری افسر بھی چھینکتے ہیں..... ہر شخص چھینکتا ہے..... ہر شخص..... چیرویا کوف کو ذرا بھی گھبراہٹ نہ ہوئی، اس نے جیب سے رومال نکال کر ناک پونچھی اور ایک صاحب اخلاق کی طرح اپنے چاروں طرف مڑ کر دیکھا کہ میری چھینک کسی کے لیے خلل انداز تو نہیں ہوئی؟ اور تب تو اسے واقعی الجھن محسوس ہوئی، کیونکہ اس نے دیکھا



کہ پہلی قطار میں بالکل اس کے سامنے بیٹھا ہوا ایک پستہ قامت بوڑھا شخص بڑی احتیاط سے اپنی گنجی چاند اور گردن کو اپنے دستانے سے صاف کر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ کچھ بڑا اتار جا رہا ہے..... چیر ویا کوف نے پہچان لیا کہ یہ بوڑھا شخص وزارت رسل و رسائل کا سول جنرل بری ژالوف ہے۔

چیر ویا کوف نے سوچا — ”یہ درست کہ یہ میرا افسر نہیں لیکن پھر بھی برا لگتا ہے، مجھے معافی مانگ لینی چاہیے.....“
”مجھے معاف کر دیجیے — میں..... یہ پہلے سے سبھی بوجھی چیز نہیں تھی!“

”مہربانی کر کے آپ خاموش ہو جائیں تو اچھا ہے، مجھے سننے دیجیے!“
چیر ویا کوف کچھ بوکھلا گیا۔ ندامت آمیز انداز میں مسکرایا۔ اور اسٹیج کی طرف توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ایکٹروں کو دیکھتا رہا، لیکن اب اپنے کو خوش نصیب انسان محسوس نہ کر سکتا تھا۔ پریشانی اسے کھائے جا رہی تھی۔ انٹرویو میں وہ بری ژالوف کے نزدیک پہنچا۔..... کچھ دیر تک ہچکچاتا رہا اور آخر جھجک پر قابو پا کر سرگوشی کے انداز میں بولا:

”جناب عالی! میں نے آپ پر چھینک دیا..... معاف کیجیے..... آپ جانتے ہیں..... میرا مطلب یہ نہیں تھا.....“
”اچھا..... میں تو اسے بھول بھی گیا تھا..... اسے دہرانا ضروری ہے کیا؟“ جنرل بولا۔ اس کا نچلا ہونٹ بے صبری سے پھڑک رہا تھا۔

”کہتا ہے، میں بھول بھی گیا تھا۔ لیکن اس کی نظروں کا انداز مجھے پسند نہیں“ بے چینی کے عالم میں جنرل کی طرف دیکھتے ہوئے چیر ویا کوف نے سوچا — ”مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا، اسے سمجھنا چاہیے کہ میرا منشا نہیں تھا..... یہ تو فطرت کا قانون ہے، ورنہ وہ سمجھے گا کہ میں اس پر تھوکننا چاہتا تھا، اگر ابھی ایسا نہیں بھی سوچا تو بعد میں سوچ سکتا ہے!.....“

گھر پہنچ کر چیر ویا کوف نے اپنی بیوی سے اپنی غیر شریفانہ حرکت کا ذکر کیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ اس کی بیوی نے پورے قصے کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ یہ صحیح ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے وہ چونک گئی تھی۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ بری ژالوف ”ہمارا“ افسر نہیں ہے تو اسے اطمینان ہو گیا۔

”لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کہ تم جا کر معافی مانگ لو، وہ بولی۔“ ورنہ وہ سمجھے گا کہ تمہیں کسی محفل میں بیٹھنے کا سلیقہ نہیں ہے۔“

”یہی تو بات ہے! میں نے معذرت کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا رویہ عجیب تھا۔ ایک بات بھی عقل کی نہیں کی۔ اس کے علاوہ بات کرنے کا وقت بھی نہیں تھا۔“

دوسرے دن چیرویا کوف نے اپنی نئی وردی پہنی، بال کٹوائے اور بری ژالوف کے پاس اس واقعے کو سمجھانے کے لیے چل دیا۔۔۔۔۔ جنرل کا ملاقاتیوں کا کمرہ درخواست گزاروں سے بھرا ہوا تھا۔ خود جنرل وہیں موجود تھا۔ اور درخواستیں لے رہا تھا۔ چند لوگوں سے ملاقات کے بعد جنرل نے چیرویا کوف کے چہرے پر نظر ڈالی۔

”حضور کو یاد ہوگا کہ کل رات ”ارکیدیا“ میں۔۔۔۔۔“ کلرک نے کہنا شروع کیا۔ ”میں نے۔۔۔۔۔ ار۔۔۔۔۔ چھینک دیا تھا اور۔۔۔۔۔ ایسا ہوا کہ۔۔۔۔۔ میری درخواست ہے۔۔۔۔۔“

”ہش! یہ کیا بکواس ہے!“ جنرل بولا۔ ”تمہیں کیا چاہیے؟“ اس نے دوسرے شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”میری بات بھی نہیں سنے گا!“ چیرویا کوف نے سوچا اور اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ ”اس کے معنی یہ ہیں کہ غصے میں ہے۔۔۔۔۔ ایسے وقت تو میں چھوڑ نہیں سکتا۔۔۔۔۔ اسے سمجھانا ہی پڑے گا۔۔۔۔۔“

آخری درخواست لینے کے بعد جب جنرل اپنے نجی کمرے میں جانے کے لیے مڑا تو چیرویا کوف بددلتا اس کے پیچھے چلا۔

”معاف کیجیے، حضور! انتہائی شرمندگی کے احساس کی وجہ سے مجھے حضور کو تکلیف دینے کی ہمت پڑ رہی ہے۔۔۔۔۔“

جنرل نے اس طرح دیکھا کہ بس چیخنے والا ہے اور اسے چلے جانے کا اشارہ کیا۔

”آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں جناب!“ وہ بولا اور دھڑ سے دروازہ بند کر دیا۔

”مذاق!“ چیرویا کوف نے سوچا ”اس میں مذاق کی تو کوئی بات مجھے نظر نہیں آتی۔ اس کی عقل میں نہیں ساتی اور جنرل بنا ہے۔ اچھی بات ہے۔ اب میں ان حضرت کو اپنی معذرت سے پریشان نہ کروں گا۔ اب دوبارہ نہیں جاؤں گا۔ اُسے صرف خط لکھ دوں گا! بس اب بالکل نہیں جاؤں گا!“

گھر جاتے ہوئے چیرویا کوف یہی کچھ سوچتا رہا، لیکن اس نے خط نہیں لکھا۔ بہت سوچا لیکن سمجھ میں نہ آیا کہ لکھے کیا۔ اس لیے دوسرے دن اسے پھر جنرل کے یہاں جانا پڑا تا کہ معاملہ رفع دفع ہو جائے۔

”کل میں نے حضور کو زحمت دینے کی جرأت کی تھی“ جنرل نے اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا، چیرویا کوف نے اُس پر کوئی دھیان دیے بغیر کہنا شروع کر دیا: ”اس لیے نہیں کہ میں آپ کا مذاق اڑانا چاہتا تھا، جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا۔ میں تو معذرت کے لیے آیا تھا، کہ میں نے چھینک کر آپ کو تکلیف پہنچائی۔۔۔۔۔ اور جہاں تک آپ کا مذاق اڑانے کا سوال ہے تو ایسی بات تو میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ میری ہمت کیسے پڑ سکتی ہے! اگر ہم نے لوگوں کا مذاق اڑانا شروع کر دیا تو پھر کوئی عزت ہی باقی نہ رہ جائے گی۔۔۔۔۔ اپنے سے بڑوں کی عزت ہی نہ رہ جائے گی۔۔۔۔۔“

”نکل جاؤ یہاں سے!“ جزل چیخا— غصے کی وجہ سے وہ کانپ رہا تھا اور نیلا پڑ گیا تھا —
 ”جی — کیا؟“ چیر ویا کوف جو خوف سے سہم گیا تھا، ہکلا نے لگا —
 ”نکل جاؤ!“ جزل نے پاؤں پٹکتے ہوئے دہرایا —

چیر ویا کوف کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی ہو — وہ دروازے کی طرف مڑا تو اسے نہ کچھ سنائی دے رہا تھا، نہ کچھ نظر آ رہا تھا — سڑک پر پہنچا اور چلتا گیا — لڑکھڑاتا ہوا وہ بالکل بے حس ہو گیا، اپنے گھر پہنچا — اور اپنی سرکاری وردی پہنے پہنے جس چلے میں تھا، اسی میں صوفے پر لیٹ گیا اور..... مر گیا —

(بے خوف)

(روسی سے ترجمہ: ظ — انصاری)

مشق

سوالات

1. چیر ویا کوف کو ایک صاحبِ اخلاق انسان کیوں کہا گیا ہے؟
2. دفعتاً چھینک آنے پر چیر ویا کوف کا ردِ عمل کیا تھا؟
3. آپ کے نزدیک جزل بری ژالوف کے کردار کا کون سا پہلو نا پسندیدہ ہے؟
4. چیر ویا کوف کی موت کا سبب کیا ہے؟